Fikr-o-Nasar (Islamabad) 6:1 (1968)

قسط نمبر ۱۰

فلسفہ، علم اور قرآن

پر ایمان کی کہانی

الشیخ ندیم الجسر

ابن رشد اللہ کے وجود پر حدوثِ عالم یا واجب الوجود کی دلیلیں لانا ضروری نہیں سمجھتا۔ اس کے نزدیک اللہ نے اپنی تخلیق میں جو حکمت رکھی ہے اور جس عظیم مقصد کے لئے کائنات کا ایک معمولی سے معمولی ذرّہ مصروفِ کار ہے، اس پر غور و خوض کر کے اللہ کے وجود کا اثبات کرنا زیادہ یقین بخش بھی ہے اور آسان بھی۔ غرض ابن رُشد ایسے ہی مومن تھا جیسے غزالیؒ اور اس کی طرف جو باتیں منسوب کی گئی ہیں، وہ صحیح نہیں ——مدیر

دلالۃ الاختراع میں تمام حیوانات کا وجود، تمام نباتات کا وجود اور تمام آسمانوں کا وجود شامل ہے ..... اور اس جنس میں ایجادات کی تعداد پر بہت سے دلائل پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے تو اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی پورے طور پر معرفت حاصل کرنا چاہے، جواہر اشیاء کا جاننا ضروری ہے تاکہ وہ تمام موجودات میں حقیقی اختراع سے واقف ہو سکے۔ اس لئے کہ جو شخص کسی چیز کی حقیقت سے واقف نہیں، وہ اختراع کی حقیقت سے بھی واقف نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے ارشاد (کیا انھوں نے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں ان میں غور نہیں کیا) میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ابن رُشد قرآن مجید کی متعدد ایسی آیات، جن میں دلیل العنایۃ والاختراع کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے، ذکر کرنے کے بعد کہتا ہے: اللہ کے وجود کے بارے میں ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ یہ دلائل صرف انہی دو جنسوں (دلالۃ العنایۃ اور دلالۃ الاختراع) میں محدود ہیں اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بعینہٖ یہی دو طریقے خواص یعنی علماء اور جمہور کے طریقے ہیں اور دونوں معرفتوں کے درمیان جو

اختلاف پایا جاتا ہے، وہ صرف ان کی تفصیل میں ہے۔ اس طرح کہ جمہور عنایۃ اور اختراع کی معرفت میں سے صرف ان امور پر اکتفا کرتے ہیں جن کا ادراک اس معرفت اُولی کے ذریعہ سے ہوتا ہے جس کی کہ بنیاد حواس کے علم پر ہے۔ لیکن علماء حواس سے معلوم کی ہوئی چیزوں پر ان کا اضافہ کرتے ہیں، جن کا ادراک دلیل و برھان سے ہوتا ہے۔

اس کے بعد وہ اپنی کتاب میں ایک اور مقام پر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مخلوقات میں جو مقصد اور حکمت ہے، اس سے خالق حکیم کے وجود کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:۔ انسان جب کسی محسوس چیز کی طرف دیکھتا ہے اور اسے نظر آتا ہے کہ ایک مخصوص شکل، مخصوص مقدار اور مخصوص وضع پر رکھا گیا ہے اور ان تمام امور میں اس کی موافقت اس منفعت اور اس مطلوبہ غرض و غایت کے ساتھ پائی جاتی ہے، جو اس محسوس چیز کے اندر موجود ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اگر یہ چیز کسی اور شکل، کسی اور وضع اور کسی اور مقدار میں ہوتی تو اس میں یہ منفعت نہ پائی جاتی۔ چنانچہ وہ قطعی طور پر یہ جان لیتا ہے کہ منفعت کے پائے جانے کے ساتھ ان تمام اشیاء کی موافقت اتفاقی نہیں ہے

اس کے بعد ابن رشد ان متعدد قرآنی آیات کا ذکر کرتا ہے جن میں عنایت و اختراع کی دلیل پائی جاتی ہے۔ اور وہ ان منافع کی وضاحت کرتا ہے، جن کا علم اس کے زمانہ میں ہو چکا ہوتا ہے۔ اور بالآخر کہتا ہے: اور اگر ہم ان آیات کو شمار کرنے لگیں اور اس عنایت کی جو صانع اور مصنوع پر دلالت کرتی ہے، وہ تفصیل دیں جس پر یہ آیات ہمیں متنبہ کرتی ہیں تو یہ بحث کئی ایک جلدوں میں بھی نہ سما سکے۔ اس کتاب میں ہماری یہ غرض بھی نہیں ہے اور اگر ہماری موت میں کچھ تاخیر ہو گئی اور فراغت بھی مل گئی تو شائد ہم اس عنایت کے متعلق ایک کتاب لکھیں جس سے کتاب عزیز نے ہمیں آگاہ کیا ہے۔

حیران: یہ سچ ہے کہ یہ شخص بڑے مومنین میں سے ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس نے وہ کتاب لکھی، جس کے لکھنے کی اسے دلی تمنا تھی؟

شیخ: مجھے معلوم نہیں کہ اس نے اس موضوع پر کوئی خاص کتاب لکھی ہو۔ اے حیران! اللہ کے فضل سے میری اس بات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ میں ان بیشتر آیات کو جمع کروں جو نظام، قصد، حکمت اور عنایت کے دلائل پر مشتمل ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں تمہیں وضاحت کے ساتھ بتلاؤں گا کہ کن کن چیزوں سے ان کی مطابقت تخلیق و تکوین کے جدید ترین علم سے پائی جاتی ہے۔

حیران: میرا ایک سوال رہ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے کسی جگہ پڑھا ہے کہ ابن رشد نے انسانی انفرادی شخصیت کا انکار کیا ہے اور وہ اس بات کا معتقد ہے کہ یہ جسم کے ساتھ فنا ہو جاتی ہے۔ یہ ان اسباب میں سے ایک سبب ہے جس کی وجہ سے اس کے مخالفین نے اس پر الحاد اور مر کر دوبارہ جی اٹھنے سے انکار کرنے کا الزام لگایا ہے۔ وہ شخص جس کا اللہ اور اس کی کتاب پر ایمان ہو، اس کے متعلق اس قسم کے بُرے اقوال کہاں تک صحیح ہیں ؟

شیخ: جس شخص نے اس پر الحاد اور موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے سے انکار کا الزام لگایا ہے، وہ توماس اکوئناس ہے، جو خود روح کے معاملہ میں متردد ہے۔ اور اس نتیجہ کو مدّنظر رکھتے ہوئے جس تک ابن رشد کے اقوال میں غور کرنے والا پہنچتا ہے، میں اکوئناس کو اس الزام دینے پر حق پر نہیں سمجھتا۔ کیونکہ جب ابن رشد نے ارسطو کی مخالفت اس کے اس قول میں کی ہے کہ نفس سے مراد جسم کا وظیفہ ہے اور یہ کہ جسم کے بغیر نفس کا کوئی وجود نہیں! اور انفرادی شخصی عقل سے مراد غور وفکر پر انسانی استعداد اور قدرت ہے۔ اور یہ کہ یہ بھی انسان کے فنا ہو جانے کے ساتھ فنا ہو جاتی ہے تو اس تمام بحث کے اندر کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے اسے ملحد قرار دینا ضروری ہو۔ اس لئے کہ روح اور عقل کی حقیقت اب تک ہم سے پوشیدہ ہے اور میرے خیال میں ہمیشہ کے لئے اسی طرح رہے گی۔ اور روح اور عقل کے بارے میں جو بات بھی کہی جائے، جب تک اس کا کہنے والا ان دونوں کے اللہ کے امر میں سے ہونے کا انکار نہیں کرتا، اس کے ایمان پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ یہی حال انفرادی شخصیت کے فنا کے اعتقاد کا ہے کیونکہ اس سے موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کی نفی نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ اس اللہ کی قدرت سے، جس نے جسموں اور نفوس کو پیدا کیا اور پہلی مرتبہ زندگی دی، ایک نئی زندگی اور نئی تخلیق ہو گی۔

مزید برآں اے حیران! اگر تو نفس کے مسئلہ میں توماس کی رائے کی طرف لوٹے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ وہ متردد اور غیر واضح ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو اسے دیکھے گا کہ وہ شخصیت کی تعریف اس طرح کرتا ہے کہ یہ جسم اور نفس سے ملی جلی چیز ہے۔ پھر اپنے بعض اقوال میں جسم اور نفس کو ایک ہی حقیقت اعتبار کرتا ہے مگر دوسری طرف تو اسے یہ کہتے ہوئے دیکھے گا کہ نفس ایک غیر جسمی حقیقت ہے اور یہ کہ یہ ایک روحی چیز ہے جسے اللہ ہمارے جسموں کے اندر پیدا کر دیتا ہے۔ پھر ایک طرف تو اُسے یہ کہتا دیکھتا ہے کہ یہ قوت جو ہمارے اندر موجود ہے، جسم کی موت کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ تو اسے یہ بھی کہتا ہوا دیکھے گا کہ نفس کوئی شخصی ذات نہیں ہے۔ اس میں نہ حسّ کی قدرت ہے نہ ارادہ کی اور نہ تفکر کی۔ بلکہ یہ ایک محض خواب کا خیال ہے جس میں نہ قوّت

نہ جسم کے بغیر یہ کوئی کام کر سکتی ہے۔ یہ انفرادی ہمیشہ رہنے والی شخصیت اسی صورت میں بنے گی جب اس کا اتحاد پھر جسم کے ساتھ ہو جائے گا۔

ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ قول کہ نفس کا دار و مدار جسم پر ہے اور یہ کہ جب نفس جسم سے جدا ہو جاتا ہے اس کی حِس، ارادہ اور تفکر سب ختم ہو جاتے ہیں، صحیح ہو یا غیر صحیح۔ ہمیں نفس کے متعلق، جیسا کہ میں نے تمہیں بتلایا صرف اسی قدر علم ہے کہ یہ اللہ کے حکم سے پیدا ہوا۔ لیکن جب نفس کے متعلق توماس کی یہ رائے ہے تو ہم اس سے یہ پوچھتے ہیں کہ اس نے ابن رشد کے خلاف یہ حملہ کیوں کیا اور اس نے اس کے اقوال سے یہ کیسے نتیجہ نکالا کہ وہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا منکر ہے . . . .

ابن رشد کی موجودہ کتابوں میں اس کے جو اقوال پائے جاتے ہیں، اگر تو ان کی طرف رجوع کرے، تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اس نے ہرگز موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ اس کا اس پر ایمان ہے اور وہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اس نے اس کا انکار کرنے والوں کو زندیق کہا ہے۔ غزالی کے ساتھ اس کا جھگڑا صرف دوبارہ اٹھائے جانے کی صورت اور کیفیت کے متعلق ہے۔ ابن رشد کہتا ہے کہ دوسری پیدائش جسم کی نئی تخلیق کی صورت میں ہو گی اور یہ عقیدہ دین کے قطعاً مخالف نہیں۔ نفس کے متعلق ابن رشد غزالی سے ردّ و کد کرنے کے بعد صراحتہً کہتا ہے کہ اس کا معاملہ مخفی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:-

نفس کے متعلق کچھ کہنا بہت ہی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے صرف راسخون فی العلم کو ہی مخصوص کر رکھا ہے۔ اے حیران! مجھے معلوم نہیں کہ ابن رشد اپنے آپ کو راسخین فی العلم میں سے شمار کرتا تھا یا نہیں۔

. . . . ہو سکتا ہے کہ وہ ہر معاملہ میں راسخین فی العلم میں سے ہو سوائے روح اور نفس اور ان جیسی دیگر متشابہات چیزوں کے بارے میں، جو اب تک ان اسرارِ غیب میں سے ہیں اور رہیں گی اور جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

جو راسخون فی العلم ہیں، وہ اس آیت میں توقف کرنے کے بعد کہتے ہیں "ہم اس پر ایمان لے آئے۔ ان میں سے ہر ایک اللہ کی طرف سے ہے اور عقل مندوں کے سوا کوئی بھی نصیحت نہیں پکڑتا۔"

حیران: میں نے نفس کے متعلق توماکوئیناس کی رائے معلوم کر لی۔ کیا آپ اللہ کے وجود اور تخلیق عالم کے متعلق اس کی رائے بیان کریں گے؟

شیخ: اگر تو اللہ کے وجود اور اس کے عالم کی تخلیق کے متعلق اس کی رائے سن لے تو تجھے یہ خیال ہو گا

کہ تو غزالی، ابن سینا اور ابن رشد کو بولتے ہوئے سُن رہا ہے۔ وہ کہتا ہے: ہماری عقل حواس سے معرفت حاصل کرتی ہے۔ لیکن یہ عقل جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر پیدا کیا ہے، ایک ایسی منظّم قوّت ہے، جو حسّی ادراکات کو منظم کرتی ہے۔ اور انہیں افکار کلیہ اور افکار مجردہ میں تبدیل کرتی ہے۔ لیکن عقل کا کسی چیز کو براہ راست جاننا عالمِ حسّ پر موقوف ہے۔ اس کی قدرت میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ براہ راست اس عالم کو جان لے جو محسوس سے اوپر اور طبیعیات سے بھی آگے ہے۔ اگرچہ اس کی قدرت میں یہ بات ہے کہ مقابلہ اور قیاس کے ذریعہ بالواسطہ اللہ کے وجود کی معرفت حاصل کرے اور یہ بات معلوم کرے کہ اللہ ہی وہ ہستی ہے جو تمام کائنات کی خالق ہے۔ وہ یکتا ہے۔ نہ اس میں تعدد پایا جاتا ہے اور نہ وہ بدلتا ہے اور نہ زمانہ اس کا احاطہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ ایک جہان واحد کا راز ایک عقل اور ایک قانون کو منکشف کرتا ہے۔ لیکن جو اسرارِ غیب اس کے آگے ہیں، عقل ان کا ادراک کرنے سے عاجز ہے۔ جس طرح کہ عقل کے لئے غیر مادی امور مثلاً روح کا تصور کرنا مشکل ہے۔ اس لئے ہمارے تمام خارجی تجربے مادی اشیاء تک محدود ہیں بلکہ عقل تو زندگی کے بہت سے حقائق کو معلوم کرنے سے عاجز ہے۔ چنانچہ آج تک کوئی عالم بھی مکھی تک کی حقیقت کو معلوم نہیں کر سکا۔

حیران: واللہ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔

شیخ: اس سے بھی بڑھ کر اللہ کے وجود کو ثابت کرنے کے استدلال کے وہ طریقے ہیں جنہیں اکوئناس نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے کہ اللہ نے جہان کو پیدا کیا ہے استدلال کے ان تین طریقوں پر اعتماد کیا ہے، جن پر غزالی، ابن سینا، ابن رشد اور متکلموں کا اعتماد ہے۔ چنانچہ وہ دلیل حدوث کے بارے میں کہتا ہے: اللہ کے وجود پر طبیعی اسباب کے ذریعہ استدلال کیا جا سکتا ہے۔ تمام کی تمام حرکات سابق حرکات سے پیدا ہوتی ہیں اور حرکات دیگر ایسی حرکات سے پیدا ہوتی ہیں، جو اُن سے پہلے ہوں۔ یہ حرکات یا تو محرک اوّل پر جا کر ختم ہو جائیں گی یا مسلسل سابق حرکات سے پیدا ہوتی رہیں گی اور یہ تسلسل لانہایت تک چلا جائے گا۔ مگر یہ لانہایت تک تسلسل عقلاً محال ہے۔ اسی طرح وہ دلیل الوجوب کے بارے میں بھی کہتا ہے کہ جو کچھ بھی دنیا کے اندر ہے، وہ ممکن الوجود میں سے ہے۔ ممکن الوجود وہ ہے جو کبھی ہونا ہے مگر اس کا ہونا حتمی نہیں ہوتا۔ اور ناگزیر امر یہ ہے کہ ممکن کا دارومدار اس ضروری پر ہو، جس کے وجود کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اور وہ عقلاً واجب الوجود ہے اور وہ اللہ ہے۔ اسی طرح دلیل نظام کے بارے میں کہتا ہے کہ اس جہان کے اندر اس بات کے لاتعداد شواہد پائے جاتے ہیں جو اس نظام پر دلالت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ جمادات میں بھی یہ شواہد ہیں جو ایک منظم طریقہ پر حرکت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس نظام اور اس مضبوطی کا وجود

اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ایک ایسی قوت عاقلہ موجود ہو جس نے اشیاء کو پیدا کیا ہے طبیعی فہم کے ذریعہ ہم یہ جاننے کی طاقت رکھتے ہیں کہ اللہ موجود ہے اور وہ ایک ہے۔ اس لئے کہ اس کا وجود اور وحدانیت جہان کے عجائب اور اس کی عمدہ تنظیم میں جلوہ فگن ہے۔

باوجود اس کے کہ جب اکوئیناس ایک معین مدت کے اندر اللہ تعالیٰ کے جہان کو پیدا کرنے پر بحث کرتا ہے۔ نیز جب وہ اس مشکل پر بحث کرتا ہے جو فلاسفہ کو مدت ترک کے بارے میں پیش آئی تو وہ اپنی رائے میں بڑا متردد ہوتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ عقل اس بات کے تصور سے عاجز ہے مگر وہ پھر لوٹ آتا ہے۔ اور غزالی سے ایسا متفق ہوتا ہے کہ گویا دونوں میں حرف بحرف اتفاق ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:۔ اس معاملہ میں بحث بے معنی ہے۔ کیونکہ وجودِ عالم سے پہلے کوئی زمانہ نہ تھا۔ اس لئے کہ حرکت اور تغیر کے بغیر زمانہ کا تصوّر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تو غزالی کے اس قول سے بھی اتفاق کرتا ہے کہ جہاں جس وقت میں بھی پیدا کیا گیا، ارادہ قدیم سے پیدا کیا گیا۔ چنانچہ کہتا ہے: تخلیق کا کام خواہ وہ ازلی ہی کیوں نہ ہو، مگر وہ ارادہ پر مشتمل ہے اور اسی ارادہ سے اس وقت کی حد مقرر ہو جاتی ہے، جس میں اللہ تخلیق عالم کا ارادہ کرتا ہے۔

حیران: مولانا یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ مجھے توقع نہ تھی کہ ایسی بات سنوں گا۔ میں نے پڑھا تھا کہ توماس اکوئیناس نے ابن سینا، غزالی اور ابن رشد کی آراء کا مطالعہ کیا! ور ان کی تنقید کی۔ وہ ان آراء کی کیسے تنقید کرتا، جنہیں اس نے تقریباً حرف بحرف لیا ہو؟

شیخ: توماس بعض امور میں اسلامی فلاسفہ کی مخالفت کرتا ہے لیکن جو کچھ اس نے ابن سینا، غزالی اور ابن رشد سے لیا ہے، اس کا اعتراف بھی کرتا ہے۔ مگر اے جبران! ہم ایک فلسفی کی حیثیت سے اس کے ان اقوال کو لیتے ہیں، جن میں توماس ان تینوں فلاسفہ کے ساتھ اللہ کے وجود اور وحدانیت کو ثابت کرنے میں اس عقل سلیم کے طریقہ سے جسے وہ سختی سے پکڑے ہوئے تھا، ایک ہی قسم کی دلیل سے استدلال کرنے میں متفق ہے۔ بدون اس کے کہ ہم اس تمسک کی تفصیل دینے کے درپے ہوں جیسے تو اس کی کتاب کبیر کا کچھ حصّہ پڑھنے کے بعد خود بخود سمجھ لے گا۔ تو یہ بھی دیکھے گا کہ جو امور عقل پر منطبق ہوتے ہیں اور جو نہیں ہوتے ان کی حد بندی کو صراحتہً بیان کرنے کی وجہ سے یہ اپنے ہم مذہبوں کی تنقید کا نشانہ بنا۔ اس لئے کہ ہم تم سے یہ گفتگو کرنے میں ایک ہی مقصد کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ یہ کہ ہم تمہیں دکھلا دیں کہ تمام مذہبوں میں تمام سلیم عقلیں ایسی خالص عقلی نظر کی جولان گاہ میں، جو خواہشات کی ملاوٹ سے پاک ہو، اللہ کے وجود کا اعتراف کرنے پر متفق ہیں اور اس بات پر متفق ہیں کہ وہ صریح اقرار کریں کہ اللہ ایک ہے۔ یکتا ہے۔ نہ متعدد ہے اور نہ بدلتا ہے اور نیز اس حق کے بارے میں جس میں کوئی شک نہیں، استدلال کے طریقوں میں بھی متفق ہیں۔

(مسلسل)